از عدالتِ عظمیٰ

11 اکتوبر 1954

دھیروبھادیوسنگھ گوہل

بنام

سٹیٹ آف بمبئی

[منسلک درخواستوں کے ساتھ]

[مہر چند مہاجن چیف جسٹس، مکھرجے، ویوین بوس، جگند ھاداس اور وینکٹاراما آیر جسٹس صاحبان]

آئین ہند (پہلی ترمیم) ایکٹ، 1951، آرٹیکل B-31- گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 (25 اور 26 .Geo۔ 5 باب 42)، دفعہ 299- بمبئی تعلقداری مدت کے خاتمے کا قانون، 1949- (بمبئی ایکٹ LXII، سال 1949)—آیا یہ آئین سے بالاتر ہے۔

یہ حکم ہوا کہ بمبئی تعلقداری ٹینیئر ابولیشن ایکٹ، 1949 (بمبئی ایکٹ LXII، سال 1949) کے جواز پر اس بنیاد پر سوال نہیں اٹھایا جا سکتا کہ یہ آرٹیکل B-31 کے نفاذ کے پیش نظر آئین ہند کے ذریعہ دیئے گئے بنیادی حقوق کو چھینتا ہے یا کم کرتا ہے جو 1951 میں اس کی پہلی ترمیم کے ذریعے آئین میں شامل کیا گیا ہے اور اس ایکٹ کو خاص طور پر نویں گوشوارہ میں آئٹم نمبر 4 کے طور پر شمار کیا گیا ہے۔

آئین ہند کے آرٹیکل B-31 میں استعمال ہونے والی زبان پر بمبئی ایکٹ LXII، سال 1949 کے جواز کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 299 کے تحت بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

ریاست بہار بنام دربھنگہ کے مہاراجادھی راجا سر کامیشور سنگھ دربھنگہ و دیگران ([1952] ایس سی آر 889) ممتاز شدہ۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 188، 188(A)، 188(B) اور 188(E)، سال 1952۔

دیوانی درخواستیں نمبر 409، 410، 411اور 780، سال 1951 میں بمبئی میں بااختیارِ عدالتِ عالیہ کے 6 دسمبر 1951 کے فیصلے اور حکم سے آئین ہند کے آرٹیکل 133(1)(c) کے تحت اپیل۔

دیوانی اپیل نمبر 188، سال 1952 میں اپیل کنندہ کے لیے سی جی شاستری اور نونیت لال۔

دیوانی اپیل نمبر 188(A)، 188(B) اور 188(E)، سال 1952 میں اپیل گزاروں کے لیے این سی چٹرجی (اونکر ناتھ شری واستوااور راجندر نارائن، ان کے ساتھ)۔

ایم سی سیتلواڈ، اٹارنی جنرل برائے بھارت، اور سی کے دپھتری، سالیسیٹر جنرل برائے بھارت (پورس اے مہتااور پی جی گوکھلے، ان کے ساتھ) تمام اپیلوں میں جواب دہندگان کے لیے۔

11.1954اکتوبر۔

عدالت کا فیصلہ جگناداد ھاس جسٹس نے سنایا۔

یہ آرٹیکل 226 کے تحت کچھ درخواستوں کو نمٹانے کے اپنے مشترکہ فیصلے کے خلاف آئین کے آرٹیکل 133(1)(c) کے تحت بمبئی عدالت عالیہ کی طرف سے دی گئی اجازت کے ذریعے اپیلیں ہیں۔ان اپیلوں میں شامل مختصر نقطہ یہ ہے کہ آیا بمبئی تعلقداری ٹینیئر ابولیشن ایکٹ، 1949، (جسے اس کے بعد ایکٹ کہا جاتا ہے) قانون میں درست ہے یا نہیں۔ متنازعہ ایکٹ، جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے، بمبئی میں تعلقداری کے دوروں کو ختم کرنے کے مقصد سے تھا۔ایکٹ کے دفعہ 3 میں یہ قانون نافذ کیا گیا ہے کہ اس ایکٹ کے نافذ ہونے کی تاریخ سے، جہاں کہیں بھی یہ رائج ہو، تعلقداری مدت کو ختم کر دیا گیا سمجھا جائے گا۔دفعہ 5(1)(a) کے تحت تمام تعلقداری اراضی بمبئی لینڈ ریونیو کوڈ اور اس کے تحت بنائے گئے قواعد کی توضیعات کے مطابق زمینی محصول کی ادائیگی کے لیے ذمہ دار ہیں اور ہوں گی۔ دفعہ 6 کے تحت، جو وسیع طور پر بیان کیا گیا ہے، جائیداد کی وہ تمام اشیا جو تعلقداری کے اندر شامل ہیں اور حکومت میں اس کی ملکیت کے طور پر تلقدار بنیان سے تعلق رکھتی ہیں اور ایسی جائیداد میں تعلقدار کے تمام حقوق ختم ہو چکے ہیں۔ دفعہ 7اس طرح کی ملکیت اور ختم کیے گئے حقوق کے سلسلے میں معاوضے کی ادائیگی کے لیے فراہم کرتا ہے۔ یہ اس معاوضے کا اندازہ لگانے اور اسے دینے کے اصولوں اور طریقہ کار کی بھی وضاحت کرتا ہے۔ دفعہ 14

اراضی کے حصول کے قانون کی توضیعات کے حوالے سے معاوضے کی فراہمی کرتا ہے جو ختم ہونے والے کسی بھی حق کے سلسلے میں قابل ادائیگی ہے لیکن دفعہ 7 یا ایکٹ کے کسی دوسرے حصے کی توضیعات کے تحت نہیں آتا ہے۔ یہ وسیع پیمانے پر موجودہ مقصد کے لیے متعلقہ اعتراض شدہ قانون کی اہم خصوصیات ہیں۔

ان توضیعات کے حوالے سے ایکٹ کی صداقت پر سوال یہ ہے کہ یہ ایکٹ ضبطی ہے، کہ یہ کسی عوامی مقصد کے لیے نہیں ہے اور اس کے ساتھ فراہم کردہ معاوضہ فریب ہے۔اب جہاں تک عوامی مقصد کی ضرورت کا تعلق ہے، اس دلیل کو برقرار رکھنے میں بہت دیر ہو چکی ہے کہ ایکٹ سے متاثرہ قسم کا خاتمہ عوامی مقصد کے لیے نہیں ہے۔اس لیے واحد سنگین دلیل ایکٹ کے ذریعے فراہم کردہ معاوضوں کی مبینہ خیالی نوعیت کے بارے میں ہے۔ واضح رہے کہ یہ قانون بمبئی قانون سازیہ نے 1949 میں منظور کیا تھا۔اسے 18 جنوری 1950 کو گورنر جنرل کی منظوری ملی اور 24 جنوری 1950 کو گزٹ کیا گیا۔عدالت عالیہ میں حملہ اس کے مطابق گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کی دفعہ 299 کی توضیعات کی مبینہ خلاف ورزی پر مبنی تھا، جو مندرجہ ذیل ہے:

"(1) کسی بھی شخص کو برطانوی بھارت میں قانون کے اختیار کے بغیر اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

(2) نہ وفاقی اور نہ ہی صوبائی قانون سازیہ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ کسی بھی زمین، یا کسی تجارتی یا صنعتی ادارے، یا کسی تجارتی یا صنعتی ادارے کی ملکیت والی کمپنی میں کسی بھی مفاد کے عوامی مقاصد کے لیے لازمی حصول کا اختیار دینے والا کوئی قانون بنائے، جب تک کہ قانون حاصل کردہ جائیداد کے معاوضے کی ادائیگی کا بندوبست نہ کرے اور یا تو معاوضے کی رقم طے کرے، یا ان اصولوں کی وضاحت نہ کرے جن پر اور جس طریقے سے اس کا تعین کیا جانا ہے۔"

عدالت عالیہ کے سامنے یہ دلیل دی گئی کہ یہ ایک ایسا ایکٹ ہے جس کے سلسلے میں آئین کے آرٹیکل 31 کی شق (6) کے تحت صدر سے سند حاصل کی جا سکتی تھی تاکہ غیر آئینی چیلنج سے استثنیٰ حاصل کیا جا سکے لیکن چونکہ ایسا نہیں کیا گیا ہے، اس لیے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کی مبینہ خلاف ورزی کے حوالے سے اس کے چیلنج کی ذمہ داری برقرار ہے۔عدالت عالیہ کے فاضل

ججوں نے اس سوال میں جانے کے بغیر کہ آیا موجودہ آئین کی کسی بھی شق کے تحت یہ قانون سازیہ اس قسم کے حملے سے محفوظ ہے یا نہیں، چیلنج کی خوبیوں سے نمٹا اور کہا کہ یہ ایکٹ عوامی مقصد کے لیے تھا اور یہ کہ فراہم کیا گیا معاوضہ نہ تو فریب تھا اور نہ ہی غیر منصفانہ اور اس کے مطابق گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کی توضیعات کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔

یہ سچ ہے کہ یہ ایک ایسا ایکٹ ہے جو آرٹیکل 31 کی شق (6) کے تحت صدر کو ان کی تصدیق کے لیے پیش کیا جا سکتا تھا اور یہ کہ ایسا کوئی کورس نہیں اپنایا گیا ہے۔ لیکن یہ ایکٹ آئین کے نویں گوشوارہ میں مذکور قوانین میں سے ایک ہے جس کی آئٹم (4) ہے اور آرٹیکل 31-B جو 1951 میں اس کی پہلی ترمیم کے ذریعے آئین میں شامل کیا گیا ہے، مندرجہ ذیل ہے:

"آرٹیکل 31-A میں موجود توضیعات کی عامیت پر تعصب کے بغیر، نویں گوشوارہ میں بیان کردہ کوئی بھی ایکٹ اور ریگولیشن اور نہ ہی اس کی کوئی بھی شق اس بنیاد پر کالعدم سمجھی جائے گی کہ ایسا ایکٹ، ریگولیشن یا شق اس حصے کی کسی بھی شق سے مطابقت نہیں رکھتی، یا اس کے ذریعے دیے گئے کسی بھی حق کو چھین لیتی ہے یا کم کرتی ہے، اور اس کے برعکس کسی بھی عدالت یا ٹریبونل کے ڈگری آرڈر کے باوجود، مذکورہ قوانین اور ضوابط میں سے ہر ایک، کسی بھی مجاز قانون سازیہ کے اسے منسوخ کرنے یا ترمیم کرنے کے اختیار کے تابع، نافذ رہے گا۔

لہذا مذکورہ ترمیم کے ذریعے اور خاص طور پر اس ایکٹ کو نویں گوشوارہ میں شمار کر کے، ہمیں ایسا لگتا ہے کہ یہ واضح اور غیر واضح طور پر ارادہ کیا گیا ہے کہ اس ایکٹ کی توضیعات کو پیش کردہ قسم کے حملے سے مستثنیٰ ہونا چاہیے۔ تاہم، اپیل گزاروں کے لیے فاضل وکیل ہمارے سامنے اس کے برعکس سختی سے دعوی کرتا ہے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ بہار لینڈ ریفارمز ایکٹ، 1950 (بہار ایکٹ XXX، سال 1950) کی صداقت جو کہ نویں گوشوارہ کی پہلے آئٹم ہے، کو آئین کی پہلی ترمیم کے نفاذ کے بعد اس عدالت میں چیلنج کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور یہ کہ اس عدالت نے درحقیقت اس کی کچھ توضیعات کو کالعدم قرار دیا ہے۔ اس عدالت فیصلے سے بلاشبہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آئین کے تحت بنیادی حقوق کی مبینہ خلاف ورزی کے سلسلے میں آرٹیکل 31-B کے ذریعے دیے گئے تحفظ کے باوجود چیلنج کی اجازت دی گئی تھی اور اسے نافذ کیا گیا تھا۔ تاہم فیصلے کو احتیاط سے دیکھنے

سے پتہ چلتا ہے کہ جس چیلنج کی اجازت دی گئی تھی وہ متنازعہ ایکٹ کی کچھ توضیعات کو نافذ کرنے کے لیے قانون سازیہ کی اہلیت کے بارے میں تھی، جو عدالت کی اکثریت کی رائے میں، قانون سازی کے اختیار کے استعمال پر دھوکہ دہی کی نوعیت کا تھا (دربھنگہ کے ریاست بنام مہاراجادھی راجا سر کامیشور سنگھ و دیگران ([1])): اس کے مطابق فاضل وکیل زور دیتے ہیں کہ آرٹیکل 31-B کے تحت تحفظ آئین کی توضیعات پر مبنی چیلنج تک محدود ہے اور اس لیے یہ اس کے لیے کھلا ہے کہ وہ ایک الگ بنیاد پر چیلنج پیش کرے، یعنی۔ اس مثال میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کی توضیعات کی خلاف ورزی۔ وہ آرٹیکل 31-B اور آرٹیکل 31 کی شق (6) کے درمیان زبان کے فرق پر انحصار کرتا ہے، جس کے لحاظ سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کی ذیلی دفعہ (2) کی توضیعات کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ آرٹیکل 31-B کا نظریہ بہت تنگ ہے۔ آرٹیکل 31-B جس چیز کی حفاظت کرتا ہے وہ محض آئین کے حصہ III کی "دفعات کی خلاف ورزی" نہیں ہے بلکہ اس بنیاد پر سوال ہے کہ اعتراض شدہ ایکٹ "اس حصے کی کسی بھی دفعات کے ذریعہ دیئے گئے کسی بھی حق سے مطابقت نہیں رکھتا ہے یا اسے چھینتا ہے یا اس میں کمی کرتا ہے۔" آئین کے حصہ III کے ذریعے کسی شخص کو حاصل کردہ حقوق میں سے ایک یہ حق ہے کہ اس کی جائیداد صرف عوامی مقاصد کے لیے حاصل کی جائے گی اور اس قانون کے تحت جو اس طرح کے حصول کا اختیار دیتا ہے اور معاوضے کی فراہمی کرتا ہے جو یا تو خود قانون کے ذریعے طے کیا جاتا ہے یا قانون کے ذریعے مخصوص اصولوں کے ذریعے منظم کیا جاتا ہے۔ یہ بھی وہی حق ہے جو پہلے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کے تحت اس شخص کو حاصل تھا۔ اب اعتراض شدہ قانون کی صداقت کو جو چیلنج دیا گیا ہے وہ اس حق کی مبینہ خلاف ورزی پر مبنی ہے۔ اور نہ ہی یہ چیلنج مذکورہ حق کی خلاف ورزی کے سلسلے میں ایک چیلنج کے علاوہ کسی اور چیز کے طور پر ختم نہیں ہوتا ہے اس کے باوجود کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کے تحت یہ حق ان شرائط میں محفوظ ہے جو قانون سازیہ کے اختیار کو محدود کرتی ہیں اور اس کی اہلیت پر پابندی کے طور پر کام کرتی ہیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت جو قانون سازی کی اہلیت سے متعلق ایک شق تھی، وہ بھی واضح طور پر متاثرہ شخص کے بنیادی حق کی نوعیت کی تھی۔ یہ بھارتیہ آئینی اصلاحات سے متعلق مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ، جلد اول، حصہ اول،

پیرا گراف 366 اور 369 سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اس کے باوجود، آرٹیکل B-31 صرف بنیادی حق کی خلاف ورزی کی حفاظت کرتا ہے جہاں تک کہ "اسے آئین کے حصہ III کے ذریعے عطا کیا گیا تھا" اور یہ کہ اس حق کو آئین کے ذریعے "عطا کیا گیا" نہیں کہا جا سکتا۔ ہم اس دلیل سے متفق نہیں ہو سکتے۔ یہ واضح طور پر ایک ایسا معاملہ ہے جہاں متعلقہ حق جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کے تحت قانون سازیہ کی اہلیت پر رکاوٹ کی شکل میں حاصل کیا گیا تھا اور جو بنیادی طور پر ایک بنیادی حق تھا، کو موجودہ آئین میں تسلیم شدہ دیگر بنیادی حقوق کے ساتھ ساتھ بنیادی حق کے رسمی زمرے میں اٹھا لیا گیا تھا۔ لہذا اس حق کا حوالہ دینے میں کچھ بھی نامناسب نہیں ہے جو پہلے سے موجود تھا، اس آئین کے ذریعہ پہلی بار حاصل کردہ دیگر بنیادی حقوق کے ساتھ، جب انہیں آئین کے ذریعہ "عطا کردہ" بنیادی حقوق کے طور پر گروپ کیا گیا تھا۔ آرٹیکل B-31 کے فقرے میں جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ تحفظ محض بعض توضیعات کی خلاف ورزی کے خلاف نہیں ہے بلکہ بعض حقوق کو غیر آئینی طور پر کم کرنے کی بنیاد پر حملہ ہے۔ آرٹیکل B-31 کو صرف اس حد تک تحفظ فراہم کرنے والا سمجھنا غیر منطقی ہوگا جب ان حقوق کو نئے آئین توضیعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی ایکٹ کے ذریعے چھین لیا جاتا ہے لیکن اس وقت نہیں جب انہیں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ 299 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی ایکٹ کے ذریعے چھین لیا جاتا ہے جسے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ نویں گوشوارہ میں مذکور قوانین میں سے ہر ایک کو توضیعات کے حصہ III کے تحت حاصل کردہ کسی بھی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی بنیاد پر کسی بھی چیلنج سے بچانے کا توضیعات کا ارادہ، چاہے وہ پہلے سے موجود ہوں یا نئے حقوق، آرٹیکل B-31 کی بہت زوردار زبان کے ذریعے کسی شک یا سوال سے بالاتر رکھا گیا ہے جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ مخصوص قوانین کی کوئی بھی شق اشارہ کردہ حقوق کی مبینہ خلاف ورزی کی بنیاد پر کالعدم نہیں سمجھی جائے گی اور "کسی بھی فیصلے کے باوجود، کسی عدالت یا ٹریبونل کے ڈگری آرڈر" کو کالعدم نہیں سمجھا جائے گا۔" اس ارادے پر اس مثبت اعلامیے کے ذریعے بھی زور دیا گیا ہے کہ "مذکورہ بالا قوانین یا ضابطوں میں سے ہر ایک، کسی بھی مجاز قانون سازیہ کے اس کو منسوخ کرنے یا اس میں ترمیم کرنے کے اختیار کے تابع، نافذ العمل رہے گا"۔

اس لیے ہماری واضح رائے ہے کہ بمبئی تعلقداری ٹینیئر ایبولیشن ایکٹ، 1949 کے جواز کی بنیاد پر جو چیلنج پیش کیا گیا تھا وہ کھلا نہیں تھا۔اس لیے اپیلوں کو اخراجات کے ساتھ خارج کیا جانا چاہیے۔اخراجات کا ایک سیٹ۔

اپیلیں مسترد کر دی گئیں۔